پروفیسر عبدالقیوم

ذمّی : سیرت النبیؐ کی روشنی میں

[پروفیسر عبدالقیوم (م ۱۹۸۹ء) کا شمار ماضی قریب کے معروف اصحاب علم و فضل میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عرصہ گورنمنٹ کالج - لاہور میں عربی زبان وادب کی تدریس میں مصروف رہے۔ بعد ازاں جب پنجاب یونیورسٹی - لاہور نے "اُردو دائرہ معارف اسلامیہ" کی ترتیب و تدوین کا آغاز کیا تو اِس اہم علمی و تحقیقی منصوبے سے بطور مدیر منسلک ہو گئے۔ یہ منصوبہ اُن کی زندگی میں پایہ تکمیل کا پہنچا۔ پروفیسر عبدالقیوم نے "اُردو دائرہ معارف اسلامیہ" کے لیے خود متعدد مقالات لکھے، انگریزی سے اُردو میں ترجمہ شدہ مقالات کی نوک پلک سنواری اور حیثیت مجموعی دائرہ معارف اسلامیہ کی فنی ادارت میں عرق ریزی کی۔

پروفیسر صاحب سے متعدد تحقیقی و علمی کتابیں یادگار ہیں۔ سال ڈیڑھ پہلے اُن کے غیر مدون مضامین کا مجموعہ شائع ہوا تھا، اُن کا حسب ذیل مقالہ اسی مجموعے سے لیا گیا ہے - مدیر]

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے اور پیغمبر اسلام سیّد المرسلین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، رحمتہ للعالمینؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اسلام کو نافذ فرمایا۔ اس دین فطرت پر خود بھی عمل کیا اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس حیات بخش دستور پر عمل کرایا، اور اس طرح ایک ایسا عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے ہر دور اور ہر زمانے میں قابلِ عمل ہے۔

آں حضرتؐ نے بعثت کے بعد تیرہ سال تک مکّہ میں عقائد کی تبلیغ کی۔ توحید و رسالت اور آخرت کے اسلامی اور قرآنی نظریے پیش کیے۔ یہ تیرہ سال کا عرصہ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا دور تھا۔ آپؐ مخالفتوں اور عداوتوں کے ماحول میں لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے رہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے روکتے رہے اور توہمات اور جاہلی رسم و رواج سے

عربوں کے دل و دماغ کو صاف اور پاک کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش فرماتے رہے۔

جب آپؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں حالات یکسر مختلف پیدا ہو گئے۔ دس سال کے قیامِ مدینہ میں آں حضرتؐ نے ایک اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی اور اپنے متبعین اور جان نثاروں کو اسلامی حکومت کے نظم و نسق اور دینی سلطنت کے اصولِ سیاست سے عملی طور پر روشناس کرا دیا۔ عربوں کے قبائلی معاشرے میں حکومت و سلطنت اور سیاستِ ملکی کا اسلامی تصور پہلی مرتبہ آں حضرتؐ نے نہ صرف پیش کیا، بلکہ اس کو عملی طور پر نافذ کر کے لوگوں کو بتا دیا کہ عدل و انصاف کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ معاشرے کے مختلف افراد اور ملک میں بسنے والے مختلف طبقات کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ اس پہلی سلطنت میں جو قانون اور حکم نافذ کیا گیا وہ کسی انسان کا بنایا ہوا نہ تھا، بلکہ وہ قانون الٰہی اور حکم خداوندی تھا۔ ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن و سنت کا قانون جاری اور نافذ کیا گیا تھا۔

اب ہم سیرت النبیؐ کی روشنی میں اسلامی سلطنت میں غیر مسلم رعایا یعنی ذمیوں کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ لفظ ذمیّ کا مفہوم سمجھ لیا جائے، کیونکہ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک لفظ کا مفہوم کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، مگر بعض غلط فہمیوں، بلکہ سازشوں کی وجہ سے اس لفظ کے مفہوم کو یکسر تبدیل کر کے اس میں ذلت و رسوائی، توہین و تحقیر اور نفرت و حقارت کے عناصر پیدا کر دیے جاتے ہیں۔ پھر وہ لفظ اپنے حقیقی معنی و مفہوم سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے استعمال میں تحقیر، ذم اور برائی کا پہلو غالب آ جاتا ہے۔

دراصل ذمیّ کا اطلاق اہل ذمہّ پر ہوتا ہے اور ذمہّ کے معنی ہیں: حق، ذمہّ داری، کفالت، عہد اور حرمت وغیرہ۔ اسلامی شریعت اور اسلامی قانون کی اصطلاح میں ذمیّ اس شخص کو کہتے ہیں جس سے حکومتی سطح پر کوئی عہد و پیمان کیا گیا ہو اور اس لیے ذمیّ کو اہل الذّمہ کے علاوہ اہل العہد (یعنی وہ شخص جس سے عہد و پیمان کیا گیا ہو) بھی کہتے ہیں۔ الجوہری ایسے ماہر لغت نے ذمیّ کو ''اہل العقد'' کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ ایک دوسرے ماہر لسانیات نے ذمہّ کا مفہوم امان بھی بیان کیا ہے۔

معاہد کو ذمیّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عہد و پیمان کے بعد مسلمانوں کی حمایت و حفاظت میں آ جاتا ہے، اس کو امان مل جاتی ہے اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ ذمیّ کے

مال و جان اور عزت و آبرو اور شہری حقوق کی نگہداشت کرے اور اسے کسی قسم کی تکلیف، ضرر یا نقصان نہ پہنچنے دے۔ اسلامی ریاست کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ غیر مسلم رعایا کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کرے، کیونکہ حکومت نے یہ ذمہ لیا ہے۔ اس کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ لفظ ذمیّ میں تحقیر و تذلیل کا قطعاً کوئی تصور یا پہلو نہیں پایا جاتا۔ آں حضرتؐ کی ذات گرامی کا یہ بہت بڑا فیضان ہے کہ آپؐ نے غیر مسلم رعایا کو ہر طرح کی امان دی اور ان کے شہری حقوق کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ "اگر مسلم قوم کا کوئی شخص بھی کسی کو امان دے تو ساری مسلم قوم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جسے امان دی گئی ہے، اس کی پوری پوری حفاظت کرے تاکہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔" تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب عہد فاروقی میں میدان جنگ میں ایک غلام نے دشمن کے ایک فوجی کو امان دے دی تھی تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس غلام کے عہد اور ذمہّ کو قائم رکھا۔

آں حضرتؐ نے جہاں اسلامی عقائد و عبادات کی تعلیم دی، وہاں اخلاق و آداب بھی سکھائے، سیاست کاری اور حکمرانی کے اصول بھی بیان فرمائے اور صلح و جنگ کے قواعد و ضوابط کی تشریح بھی فرمائی۔ مختلف طبقات کے شہریوں کے حقوق بھی متعین فرمادیے۔ مسلم اور غیر مسلم رعایا، نیز غیر مسلم جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کے بارے میں احکام نافذ ہی نہیں کیے، بلکہ ان پر عمل کر کے ایک نمونہ اور مثال قائم فرمادی۔ جنگ کے دوران میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمادی، کھیتوں کو برباد کرنے اور درختوں کو کاٹ کر تباہ کرنے سے روک دیا۔ اسلام سے پہلے یہ عام دستور تھا کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو قتل کرنے کے بعد اس کی ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹ دیے جاتے تھے۔ آں حضرتؐ نے موت اور قتل کے بعد بھی آدمیّت کے تقدس کو ملحوظ رکھنے کی غرض سے اِس وحشیانہ اور ظالمانہ حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ جنگی قیدیوں کو جیلوں میں رکھنے اور بیڑیوں میں جکڑنے کی بجائے ایک نہایت شریفانہ اور پروقار طریقہ بتایا کہ ان کو گھروں میں لے جاکر ان سے خدمت تو لو، لیکن انہیں کھانے پینے اور پہننے کے لیے وہی کچھ دو جو تم خود استعمال کرتے ہو۔ اس کے دو واضح فائدے نظر آتے ہیں، ایک تو یہ کہ جنگی قیدی قید و بند کی تکالیف و مصائب ہی سے نجات نہیں پاتے، بلکہ احساسِ قید سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے گھریلو ماحول میں ان کے حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ اور صالح کردار

سے متاثر ہو کر اپنی زندگی اور اپنے عقیدے کو بہتر بنا کر مومنانہ طرزِ زندگی اپنائیں۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کی تین اقسام ہو سکتی ہیں۔ ایک وہ جو کسی معاہدے یا صلح نامے کے ذریعے اسلامی ریاست کی رعایا بنے ہوں۔ ایسے لوگوں کو معاہد کہتے ہیں۔ دوسرے وہ غیر مسلم جو جنگ میں شکست کھانے کے بعد مغلوب و مفتوح ہوئے ہیں، یہ لوگ مفتوحین کہلاتے ہیں۔ تیسرا طبقہ ان غیر مسلموں کا ہے جو پہلی دونوں صورتوں سے بالکل الگ ہیں۔ وہ اسلامی ریاست کے باشندے ہیں اور اُنہوں نے اسلامی ریاست کو اپنا وطن بنالیا ہے۔ اگرچہ ان تینوں اقسام کے عام حقوق برابر و یکساں ہیں، لیکن پہلی دونوں اقسام کے احکام میں تھوڑا بہت فرق ہے۔

معاہدین

معاہدین کے بارے میں رسالت مآبؐ نے حکم دیا ہے کہ ان کے تمام معاملات میں شرائطِ صلح کے مطابق برتاؤ کیا جائے۔ آں حضرتؐ نے شرائطِ صلح کی خلاف ورزی کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا۔ صلح نامے کی شرائط کیسی ہی سخت کیوں نہ ہوں، ان پر عمل درآمد ضروری قرار دیا اور شرائطِ صلح کی پابندی نہ کرنے پر سخت وعید فرمائی ہے۔

امام ابو داؤد نے اپنی ''السنن'' (کتاب الجہاد) میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں: ''اگر تمہیں کسی قوم سے جنگ کرنا پڑے اور تم ان پر غالب آجاؤ اور وہ تم سے کچھ شرائط پر صلح کرلے تو ان مقررہ شرائط سے تجاوز کرنا تمہارے لیے قطعاً جائز نہیں۔'' امام ابو داؤد نے ایک اور حدیث روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ کان کھول کر سن لو کہ جو شخص کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا، یا اس کے حقوق میں کسی قسم کی کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس کی مرضی کے خلاف اس سے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن میں خود ایسے ظالم شخص کے خلاف مدعی ہوں گا۔

ہمارے ہاں حدیثی، فقہی اور شرعی ادب میں غیر مسلم رعایا کے حقوق پر بڑی تفصیلات موجود ہیں، مگر معاہدین کے بارے میں صرف یہ عام قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومت ان کے ساتھ طے شدہ شرائط کے مطابق معاملہ کرے۔ ان شرائط میں کمی بیشی کرنا قطعاً جائز نہیں، نہ تو ان پر زرِ صلح بڑھایا جاسکتا ہے، نہ ان کی زمینوں پر حکومت قابض ہو سکتی

ہے، نہ ان کو گھر بار سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

انہیں اپنے مذہبی معاملات اور عبادات میں پوری آزادی حاصل ہے۔ اسلامی ریاست میں ان کی عزت و آبرو اور مال و جان محفوظ و مامون ہیں (ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۳۵)۔

مفتوحین

یہ وہ غیر مسلم لوگ ہیں جنہیں مسلمان فوجوں نے میدان جنگ میں بزورِ شمشیر فتح کیا اور لڑائی کے نتیجے میں ان کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے ہوں۔ ایسے مفتوحین کو اسلامی ریاست میں خاص حقوق دیے جاتے ہیں، جن کے متعلق تفصیلی بیان ہمارے فقہی ادب میں بڑی شرح و بسط سے ملتا ہے، مثلاً جب اسلامی حکومت کا سربراہ ان مفتوحین سے جزیہ لینا قبول کرلے تو اس کے نتیجے میں دوامی عقدِ ذمہّ قائم ہو جاتا ہے اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت و نگہداشت مسلمانوں پر فرض ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مسلمان سربراہِ ریاست کے لیے مفتوحین کو غلام بنانے یا ان کی جائیداد و املاک پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ گویا کہ قبولِ جزیہ مفتوح ذمیّوں کے لیے ایسا پروانہ امن و سلامتی ہے کہ اس کے بعد وہ اپنے گھر بار یا اپنی جائیداد اور اپنی عزت و آبرو کے بارے میں ہمیشہ کے لیے مطمئن ہو کر بے خوف و خطر زندگی بسر کر سکتے ہیں (بدائع الصنائع ۷ :۱، کتاب الخراج، ص ۸۲)۔ جب عقدِ ذمہّ طے پا جانے کے بعد مفتوحین اپنی زمینوں کے خود مالک قرار پاتے ہیں، تو انتقالِ اراضی ان کے ورثاء کے نام ہوگا۔ ان لوگوں کو اپنی جائیداد اور اراضی کے بارے میں بیع، ہبہ یا رہن کا قانونی حق حاصل ہوگا۔ اسلامی حکومت ان کو بے دخل کرنے کی مجاز نہ ہوگی۔

یہاں جزیے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی بھی مختصر طور پر وضاحت کردی جائے۔ دراصل جزیہ وہ ٹیکس ہے جو ذمیّوں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے میں وصول کیا جاتا ہے۔ اگر اسلامی حکومت جان و مال کی حفاظت نہ کر سکے تو جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔ اس سلسلہ میں ہمیں اسلام کا ایک یہ اصول حکمرانی بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بوقتِ ضرورت ملکی دفاع یا جہاد کے ضمن میں ہر مسلمان کو فوجی خدمت کے لیے بلایا جا سکتا ہے، لیکن ذمیّوں کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ ان کے لیے فوجی خدمت لازمی نہیں۔ جزیہ اس فوجی خدمت

کے بدلے میں بھی لیا جاتا ہے اور پھر اس جزیے کی رقم نہایت معمولی ہے۔ علاوہ ازیں کمزور، بیمار، اپاہج، عورتیں، بچے، بوڑھے، دیوانے، اندھے، بے روزگار، عبادت گاہوں کے خادم، راہب، لونڈی اور غلام وغیرہ کو جزیے سے مستثنیٰ ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز جزیے کی وصولی کے وقت اسلام نے نرمی کا حکم دیا ہے اور سختی اور ناروا سلوک سے منع کر دیا ہے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عام حقوق کا بھی ذکر کیا جائے جو اسلامی ریاست میں ذمیّوں کو حاصل ہیں:

حفاظتِ جان: جان کی حفاظت کے بارے میں قانونی طور پر اسلامی ریاست کے سب شہری برابر ہیں، اگر کوئی مسلمان کسی ذمیّ کو قتل کرے تو اس کا قصاص لیا جائے گا، اور اسی طرح جس طرح کہ مسلمان کے قتل پر لیا جاتا ہے۔ عہد نبویؐ میں ایک مسلمان نے ایک ذمیّ کو قتل کر دیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ انا احق من وفی بذمته (عنایہ، شرح ہدایہ، ۸: ۲۵۶)، یعنی اس کے ذمہ کو وفا کرنے کا میں سب سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔

عہد فاروقی میں ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمرؓ کے فیصلے کے مطابق اس قاتل مسلمان کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں اور ذمیّوں کا قصاص اور دیت برابر ہے۔ ان کے عہدِ خلافت میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، تو حضرت علیؓ نے شہادت مکمل ہونے کے بعد قصاص کا حکم دے دیا۔ اس طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں پیش آیا اور انہوں نے قصاص پر عمل کیا (یحییٰ بن آدم: کتاب الخراج، ص ۷۶)۔

حفاظتِ مال: آغازِ اسلام ہی میں یہ مسئلہ طے پا گیا تھا کہ اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کی مقبوضہ اراضی انہیں کے قبضے میں رہیں گی (کتاب الخراج، ص ۱۴)۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ذمیّوں کی جاگیروں، ان کے غلاموں یا دیگر اراضی کی خریداری سے منع فرما دیا تھا (ایضاً، ص ۵۵-۵۶)۔ شام کے ایک کاشت کار کی کھیتی کو فوجیوں کی نقل و حرکت سے نقصان پہنچا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے اسے بیت المال سے ہزار درہم ادا کر دیے۔

ذمیوں کے سلسلے میں اسلامی ریاست کی یہ بھی اہم ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کر دے تو اسلامی حکومت دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان کی مدافعت و حفاظت کرے۔

مذہبی آزادی: اسلامی ریاست میں ذمیوں کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس سلسلے میں آں حضرتؐ کا فرمان شاہد عادل ہے۔ آپ نے نجران کے عیسائیوں کو فرمان لکھ کر دے دیا جس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ لَایُفتَنُوا عَن دِینِهِم (فتوح البلدان، ص ۶۴)، یعنی انہیں ان کے مذہب کے بارے میں کوئی تکلیف یا گزند نہ پہنچنے پائے۔ "کتاب الخراج" میں امام ابو یوسف نے لکھا ہے کہ پادری، راہب اور گرجاؤں کے پجاری اپنے عہدوں اور منصبوں سے الگ نہیں کیے جائیں گے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے فتح حیرہ کے موقع پر وہاں کے عیسائیوں کو یہ عہد نامہ لکھ کر دیا کہ ان کے گرجے اور کنیسے منہدم نہیں کیے جائیں گے۔ انہیں ناقوس بجانے سے بھی نہیں روکا جائے گا اور نہ اپنے تہواروں پر انہیں صلیب کا جلوس نکالنے سے منع کیا جائے گا۔ یہ اور اس قسم کی دوسری اقدار سیکڑوں معاہدوں میں مشترک ہیں۔

اسلامی حکومت میں ذمیوں کی مذہبی رسوم اور عبادات سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ ذمیوں کو اپنی مذہبی عبادات اور رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کا پورا ذمہ ہوتا ہے کہ ذمیوں کے عبادت خانوں کی حفاظت کرے۔ ان کے عبادت خانے منہدم نہ کیے جائیں، انہیں اپنی ضرورت کے مطابق نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا اختیار ہے۔ مسلمان حکمرانوں پر گرجے منہدم کرنے کا الزام بدنیتی پر مبنی ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے منہدم شدہ گرجے سرکاری خزانے سے از سر نو تعمیر کرادیے اور ابن تغری بردی نے "النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ" اور المقریزی نے اپنی کتاب "الخطط" میں یہ حقائق قلمبند کیے ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے نہ صرف یہ کہ پرانے عبادت خانے قائم رکھے، بلکہ معبدوں سے متعلق تمام عہدے اور تمام جائیدادیں قائم اور بحال رہنے دیں۔ پجاریوں اور راہبوں کے مقررہ روزینے مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کیے جاتے رہے۔

اسلام کی رواداری اور فراخ دلی ملاحظہ ہو کہ ذمی کو کسی قسم کی اذیت یا تکلیف پہنچانے سے منع کر دیا گیا ہے۔ جس طرح کسی مسلمان کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اس کی غیبت کرنا جائز نہیں، بالکل اسی طرح یہ باتیں کسی ذمی کے حق میں بھی جائز نہیں ہیں۔ فوجداری قانون، مسلمان اور ذمی کے لیے یکساں ہے۔ دونوں کے لیے تعزیرات ایک جیسی ہیں۔ جرائم کی سزائیں مسلمان اور ذمی کے لیے برابر و یکساں ہیں، البتہ شراب کے معاملے میں ذمیوں کو رعایت حاصل ہے۔ دیوانی قانون بھی مسلمان اور ذمی دونوں کے لیے یکساں ہے۔ تجارت اور

کاروبار کے ضمن میں بھی رعائتیں اور پابندیاں دونوں کے لیے ایک جیسی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر کسی زمانے میں کسی مسلمان حکمران نے ذمیّوں پر ظلم کیا یا کوئی ناانصافی برتی تو علمائے دین اور فقہائے اسلام نے ذمیوں کے حقوق کی حمایت کی اور ظلم و ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ علماء نے ہمیشہ اسلامی قانون کی پاسبانی کا اہم کردار ادا کیا ہے اور ہماری تاریخ کو اس شاندار کردار پر فخر ہے۔ آج بھی فخر ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔

ہمیں یہ حقیقت ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ آں حضرتؐ نے غیر مسلم رعایا سے حسنِ سلوک اور فراخ دلانہ رواداری کا حکم دیا ہے۔ معاملات میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک اسلامی حکومت میں انہیں پوری مذہبی، معاشرتی اور معاشی آزادی حاصل ہے۔ اسلام ان کے عقائد، عبادات اور رسم و رواج پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا، لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام ایک نظریاتی اور اصولی حکومت کا داعی اور حامی ہے اور نظریاتی حکومت اور جمہوری حکومت میں بڑا فرق ہے۔ اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا کو شریعت کے عطاکردہ حقوق پر مجبور ہوتی ہے، ان حقوق کو سلب کرنے یا ان میں کمی کرنے کا اختیار اسلامی حکومت کو ہرگز حاصل نہیں ہے، جبکہ جمہوری حکومتیں اقلیتوں کے حقوق غصب کرلیتی ہیں اور اقلیتوں کے وجود کو بھی ختم کردیتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں ذمیّوں کو وہ تمام بنیادی انسانی حقوق حاصل ہوں گے جو ایک مسلمان شہری کو حاصل ہیں اور اس پر شریعت کی عطاکردہ رعائتیں الگ ہیں۔

دیوانی اور فوجداری قانون میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہوں گے۔ ذمیّوں کو مذہبی عقائد و عبادات میں آزادی کے ساتھ اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیں۔ ذمیّوں کو تہذیبی خود اختیاری حاصل ہوگی اور ان کے شخصی اور عائلی معاملات میں ان کے اپنے قوانین ان پر لاگو ہوں گے۔ اسلامی پرسنل لاء ان پر عائد نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد بھی یہ گنجائش ہے کہ مزید حقوق کا تعین کرنے کے لیے ایک اجتہادی بورڈ قائم ہو جو وقتاً فوقتاً اقلیتوں کے مسائل و معاملات پر ہمدردانہ غور کرتا رہے۔